قیام رمضان المبارک

نماز تراویح کی تحقیق و تنقیح

(حنیف بھوجیانی)

(۱۸۵:۲)

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ

"وہ مہینہ کہ جس میں قرآن لوگوں کی ہدایت کے لئے نازل کیا گیا جس میں ہدایت کی کھلی نشانیاں ہیں اور وہ حق و باطل میں فرق کر دیتا ہے"

شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے فوائد موضح القرآن میں ہے۔

"اس سے معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ اسی سے ٹھہرا کہ اس میں اترا قرآن، پس قرآن کی خدمت اس مہینے میں اول چاہیئے۔ اسی سبب سے رسول خدا نے تقید کیا۔ تراویح کا اور آپ چند روز جماعت کر کے پھر نہ کروائی کہ قرآن میں اشارات ہیں، صریح فرض نہ ہو جائے۔"

مطلب یہ ہے کہ حق تعالے نے رمضان المبارک میں نزول قرآن کا صیام کے سلسلے میں ذکر کر کے قرآن و رمضان کے خصوصی تعلق کی طرف اشارہ فرمایا۔ اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسوۂ حسنہ اور ارشادات سے اس ماہ مبارک میں کتاب مبارک کی تلاوت کو خصوصی اہمیت دے کر قرآنی اجمال کی تفصیل کر دی، جس پر احادیث ذیل سے روشنی پڑتی ہے۔

(۱) جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ جِبْرِیْلَ یُعَارِضُنِیْ بِالْقُرْاٰنِ کُلَّ سَنَةٍ وَاِنَّهٗ عَارَضَنِی الْعَامَ مَرَّتَیْنِ۔
(صحیح بخاری ابواب فضائل القرآن)

جبریل مجھ سے ہر رمضان میں (سال گذشتہ میں نازل شدہ) دور کرتے ہیں اور اس (آخری) سال اس نے مجھ سے دو دفعہ دور کیا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے کہ:۔

اِنَّ جِبْرِیْلَ کَانَ یَلْقَاهُ فِیْ کُلِّ لَیْلَةٍ فِیْ شَهْرِ رَمَضَانَ حَتّٰی یَنْسَلِخَ یَعْرِضُ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰہِ

رمضان کی ہر رات کو حضرت جبریل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرتے اور آپ سے

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (صحیح بخاری باب فضائل القرآن) دور کرتے تھے یہ عمل آخری ماہ تک جاری رہتا۔

وفی روایۃ کان یلقاہ فی کل لیلۃ من رمضان فیدارسہ القرآن (صحیح بخاری باب بدء الوحی)

حافظ ابن رجب لکھتے ہیں کہ:-

تلاوت قرآن کی کثرت کان السلف یتلون القرآن فی شہر رمضان فی الصلوۃ وغیرھا۔ سلف رمضان میں نمازمیں نیز اس کے علاوہ بکثرت قرآن پڑھتے تھے (لطائف المعارف ص۱۸۱)

قیام رمضان تاہم تلاوت قرآن کی بہترین شکل اسے نمازمیں پڑھنا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی رمضان کی راتوں میں قیام فرمایا اور اس کی ترغیب بھی دی اگرچہ اس کو فرض نہیں گردانا۔ لان اللہ تعالیٰ قال یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر —— اور یہ جو عوام میں تراویح کو روزے کے لیے شرط سمجھا جاتا ہے یہ غلط خیال ہے ——!

(۳) حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یرغب الناس فی قیام رمضان من غیر ان یامرھم بعظیمۃ (سنن نسائی وغیرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو رمضان کے قیام کی خوب خوب ترغیب دیا کرتے، اگرچہ اس کو فرض نہیں قرار دیتے تھے۔

(۴) حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے مروی ہے کہ:-

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر شہر رمضان فقال ان رمضان شہرا فترض اللہ صیامہ وانی سننت للمسلمین قیامہ (نسائی شریف مطبوعہ المکتبۃ السلفیۃ لاہور ج۱ ص۲۵۰ ابن ماجہ ج۱ ص۲۹۸ مطبوعہ مصر، قیام اللیل وغیرہ ص۳۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان شریف کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا اس کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کیئے اور اس کی راتوں کا قیام میری سنت ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ نے بھی ایک خطبے میں فرمایا ھذا شہر فرض اللہ صیامہ وسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامہ (قیام اللیل ص۳۰)

تراویح کی وجہ تسمیہ رمضان میں عشا کی نماز کے بعد طلوع صبح صادق سے قبل جو نفل نماز ادا کی جائے اُسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قیام رمضان سے تعبیر کیا جاتا تھا جو باجماعت تو عہد نبوی میں چند دن ہی پڑھی گئی۔

مگر حضرت فاروق اعظمؓ نے اس کا باجماعت بھی اہتمام فرمادیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لمبی قرأت ہونے کے باعث ہر چار رکعت کے بعد آرام کر لیا جاتا تھا۔ شاید صحابہ ہی کے زمانے میں اس آرام کا نام تَرْوِیحہ رکھ لیا گیا جس کی جمع تراویح ٹھہری۔ اس تعبیر کی اصل آثار صحابہ میں ملتی ہے۔

(دیکھئے سنن بیہقی ص۴۹۷ جلد ۲، فتح الباری ص۳۱۵ جلد ۲، قیام اللیل ص۹۲ و ص۹۹ وغیرہ)

رکعاتِ تراویح کے اثنا میں ذکر | **ملحوظہ:۔** تراویح کی رکعتوں کے درمیان پڑھنے کے لئے کوئی خاص ذکر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ سے مروی ہو میری نظر سے نہیں گذرا۔ یاد رہے کہ جو ذکر عام طور پر مشہور ہے اس کا کوئی اصل نہیں ۔۔۔ البتہ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک ذکر منقول ہے جو وہ تراویح کے اثناء میں پڑھا کرتے تھے چونکہ یہ معلوم ہے کہ حضرت امامؒ کے معمولات (فتاوی) عام طور پر کسی حدیث و اثر پر ہی مبنی ہوتے ہیں اس لئے اگر تراویح کے درمیانی عرصہ میں وہ ذکر کر لیا جائے تو درست ہے۔ حافظ ابن القیمؒ لکھتے ہیں

قال الفضل رایت احمد یقعد بین التراویح ویردد ھذا الکلام لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھو (بدائع الفوائد ص۱۱۱ جلد ۴)

یعنی امام احمد تراویح کے درمیان بیٹھتے اور یہ کلمات بار بار پڑھا کرتے تھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔

مسنون تراویح آٹھ رکعت ہے | آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تراویح معہ وتر گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے جس پر مندرجہ ذیل تین حدیثیں صاف طور پر دلالت کرتی ہیں، حضرت عائشہؓ سے ایک اور حضرت جابرؓ سے دو۔

(۵) **حدیث عائشہؓ** | عن ابی سلمۃ انہ سال عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان فقالت ما کان یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علی احدی عشرۃ رکعۃ (مؤطا امام محمدؒ ص۱۴۲)

صحیحین اور مؤطا امام محمد میں حضرت ابوسلمہ تابعی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ سے آنحضرت صلعم کے قیام رمضان کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں کرتے تھے۔

بایں ہمہ یہ روایت امام بخاری وغیرہ محدثین نماز تراویح کے ذیل میں لاتے ہیں۔

(۶) **حدیث جابرؓ ۱** | عن جابرؓ قال صلّی

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ رات ہم

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ رَمَضَانَ لَیْلَۃً ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَّاَوْتَرَ فَلَمَّا کَانَ مِنَ الْقَابِلَۃِ اجْتَمَعْنَا فِی الْمَسْجِدِ وَرَجَوْنَا اَنْ یَّخْرُجَ اِلَیْنَا فَلَمْ نَزَلْ فِیْہِ حَتّٰی اَصْبَحْنَا قَالَ اِنِّیْ کَرِھْتُ وَخَشِیْتُ اَنْ یُّکْتَبَ عَلَیْکُمُ الْوِتْرُ (فتح الباری ۵۹۰ قیام اللیل ص۹۰ للمروزی معجم صغیر طبرانی ص۱۰۸، میزان الاعتدال للذہبی ص۲۸۰ جلد ۲ وقال سندہ وسط قال القاری الحنفی صح عنہ انہ صلی لہم ثمان رکعات والوتر (مرقاۃ ۱۱۵ ج۲)

لوگوں کو با جماعت آٹھ رکعت تراویح پڑھائیں بعدہ وتر پڑھے گئے۔ دوسری رات بھی ہم مسجد میں اکٹھے ہو کر آپ کا انتظار صبح تک کرتے رہے۔ صبح کو آپ تشریف لائے اور فرمایا میں نے آج باجماعت تراویح پڑھنا اس لئے مناسب نہیں سمجھا کہ تم لوگوں پر رمضان کا قیام کہیں فرض نہ ہو جائے۔ اس روایت کی سند اچھی ہے۔ ملا علی قاری حنفی نے اس روایت کو دو جگہ صحیح تسلیم فرمایا ہے۔

(۷) حدیث جابرؓ ۲ — جَاءَ اُبَیُّ بْنُ کَعْبٍؓ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ کَانَ مِنِّی اللَّیْلَۃَ شَیْئٌ قَالَ وَمَا ذَاکَ یَا اُبَیُّ قَالَ نِسْوَۃٌ دَارِیْ قُلْنَ اِنَّا لَا نَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ فَنُصَلِّیْ خَلْفَکَ بِصَلَاتِکَ فَصَلَّیْتُ بِہِنَّ ثَمَانَ رَکْعَاتٍ وَّاَوْتَرْتُ فَسَکَتَ عَنْہُ وَکَانَ شِبْہُ الرِّضَاءِ رَوَاہُ ابو یعلی و قال الہیثمی سندہ حسن (آثار السنن ص۵۵ ج۲ مصنفہ مولانا نیموی حنفی ایضا قیام اللیل ص۹۰ وسندہ وسط)

حضرت ابی بن کعبؓ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضور! آج رات ایک بات ہو گئی ہے۔ فرمایا ابی! وہ کون سی؟ عرض کیا گھر کی عورتوں نے کہا ہم قرآن نہیں پڑھ سکتیں ہیں چاہتی یہ ہیں کہ تمہارے پیچھے تراویح پڑھ لیں۔ تو میں نے انہیں آٹھ رکعت تراویح اور وتر پڑھا دیں۔ آپ نے سکوت فرمایا (یعنی اس بات کو پسند فرمایا) اس حدیث کی سند بھی حسن ہے۔

ان تین روایتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں تراویح آٹھ ہی پڑھی گئی ہیں۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آٹھ رکعت پڑھیں اور صحابہ نے بھی آٹھ ہی پڑھیں۔

بیس تراویح کی روایت کمزور ہے صرف ایک روایت بیس رکعتوں کے متعلق آتی ہے۔

عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر (آثار السنن ص۵۳ جلد ۲)

جو حضرت ابن عباس کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس تراویح نقل کی ہیں۔

لیکن اس روایت کا انتساب باتفاق محدثین وفقہا مشکوک ہے کیوں کہ اس کے بیان کرنے والوں کی کڑی میں ایک راوی ہے ابراہیم وہ سخت کمزور اور ناقابل اعتماد ہے متفق علی ضعفہ (ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۱۷۵ جلد ۲۔ بحوالہ فتح القدیر صفحہ ۳۳۳ جلد ۱ شرح ہدایہ از علامہ ابن الہمام حنفی مطبوعہ مصر)

خلاصہ | یہ ہے کہ محققین علما کا اس پر اتفاق ہے کہ عہد نبوی میں بیس رکعتیں نہیں پڑھی گئیں۔

آثار صحابہؓ وتابعینؒ | ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی کے بعد صدیقی دور میں بھی عمل درآمد آٹھ ہی پر رہا ہے جنہیں عام طور پر صحابہ انفراداً ادا فرماتے تھے اور عہد صدیقی ہے ہی کتنی مدت؟ کل اڑھائی سال! اور اس میں فتنہ ردت پیش آگیا۔ صدیق اکبرؓ کی توجہ گرامی تعمیری امور کی طرف تفصیلاً اتنی نہیں ہو سکی جتنی فاروق اعظم کی ہوئی اور سچ یہ ہے کہ ان کو موقع بھی خوب ملا۔ چنانچہ جناب فاروق کے عہد میں شائقین نے زیادہ سے زیادہ عبادت کر کے اپنا ذوق پورا فرمایا۔ بعض انفراداً پڑھتے تھے۔ بعض چھوٹی ٹولیوں میں باجماعت پڑھتے۔ فاروق اعظم نے یہ خیال فرما کر کہ اگر پہلی ہی رات تراویح پڑھنا ہے ——

فاذا الناس اوزاع متفرقون یصلی	تو کیوں نہ ایک ہی امام کے پیچھے سب مل کر پڑھیں یہ علیحدہ
الرجل لنفسہ ویصلی الرجل فیصلی بصلاتہ	علیحدہ جماعتیں کیسی؟ سب کو ایک ہی امام کے پیچھے باجماعت
الرھط فقال عمرؓ لو جمعت ھؤلاء علی قارئ	تراویح پڑھنے کو فرمایا۔ پھر ایک رات شاید ان کو
واحد لکان امثل ثم عزم فجمعھم علی ابی بن	تراویح کی حالت میں اجتماعی شکل میں دیکھ کر مسرور ہوئے۔ اور
کعبؓ (مشکوٰۃ) نعمت البدعۃ ھذہ والتی تنامون	فرمایا بات تو نئی ہے لیکن ہے اچھی۔ ساتھ ہی فرمایا۔ بھئی!
عنھا افضل من التی تقومون (مشکوٰۃ)	بہتر تو آخر رات ہی ہے اول رات سے۔

ایک سوال | یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ کتنی رکعتیں پڑھتے تھے؟ اور پھر حضرت عمرؓ نے کتنی رکعتوں پر سب کو اکٹھا فرمایا تو اس کا

حل | معلوم کرنے سے پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ یہی ایک ایسا مقام ہے جہاں آکر فقہاء کرام کے مسالک پریشان کن مرحلے پہ پہنچ گئے ہیں۔ اور اس پریشانی، اختلاف کی بنیاد بھی حضرت عمرؓ کے زمانے کا اختلاف عمل ہے حالانکہ خود فاروق اعظم کا حکم بسند صحیح گیارہ ہی کا ہے بہر حال اختلاف روایات کا نقشہ یہ ہے۔

الف: گیارہ رکعت کا فاروقی حکم | محمد بن	موطا امام مالک میں ہے سائب بن یزید کہتے
یوسف عَنِ السَّائِبِ بْنِ یَزِیْدَ اَنَّہٗ قَالَ اَمَرَ	ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعبؓ اور تمیم داری

عمر بن الخطاب اُبَیَّ بن کعب وتمیما الداری ان یقوما للناس باحدی عشرۃ رکعۃ

کو حکم دیا کہ وہ گیارہ رکعت مع وتر لوگوں کو پڑھایا کریں۔ (موطا، قیام اللیل مروزی ص۹۱)

فتح الباری میں ہے کہ مردوں کے امام ابی بن کعبؓ اور عورتوں کے امام تمیم داری مقرر کئے گئے تھے (ج۴ ص۲۱۶)

ب: سائبؓ کی دوسری روایت | کنا نقوم فی زمان عمرؓ باحدی عشرۃ رکعۃ (تحفۃ الاحوذی ج۲ ص۷۵)

یعنی ہم حضرت عمرؓ کے زمانہ میں گیارہ رکعت پڑھا کرتے تھے۔

ج: سائبؓ کی تیسری روایت | اخرج محمد بن المروزی من طریق محمد بن اسحاق حدثنی محمد بن یوسف عن جدہ السائب قال کنا نصلی زمن عمرؓ فی رمضان ثلاث عشرۃ رکعۃ

یعنی حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہم تیرہ رکعت مع وتر پڑھتے تھے۔
(فتح الباری ص۲۱۷ جلد ۲ ونحوہ فی قیام اللیل ص۹۱)

د: سائبؓ کی چوتھی روایت | کانوا یقومون علی عہد عمر بن الخطاب فی شہر رمضان بعشرین رکعۃ وکانوا یقرؤن بالمئین مختصر (بیہقی ج۲ ص۴۹۶) وفی روایۃ کنا نقوم (تحفۃ الاحوذی)

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں لوگ اور ایک روایت میں ہے کہ ہم بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔ اور قاری لمبی لمبی سورتیں پڑھا کرتے تھے۔

اختلاف کا حل | (۱) بات یہ ہے کہ ایک طرف سائب سے نقل کرنے والے ان کے بھانجے محمد بن یوسف ہیں اور ان سے راوی امام مالکؒ، امام محمد بن اسحاق، عبدالعزیز جیسے جلیل القدر آئمہ اور دوسری طرف سائب سے ناقل ہیں یزید بن خصیف جو اگرچہ ثقہ تو ہیں لیکن ظاہر ہے جو تعلق (اور اس تعلق کی وجہ سے روایت پر جو اچھا اثر ہو سکتا ہے وہ ظاہر ہے) محمد بن یوسف کو سائب سے ہو سکتا ہے وہ یزید کو حاصل نہیں ہے۔

(۲) اس روایت کی سند کے ابتدائی راوی ایسے ہیں جن کی بلحاظ جرح۔ تعدیل اعتمادی کیفیت کتب رجال سے معلوم نہیں ہوتی۔ یہ ٹھیک ہے کہ نوویؒ نے یزید والی روایت کو صحیح تسلیم کیا ہے لیکن یہ معلوم نہیں کہ ان کے حکم صحت کے وجوہ کیا ہیں۔ رجال کی روشنی میں تو ان کا یہ حکم محل نظر ہے۔

(۳) امام بیہقیؒ وغیرہ نے اس طرح تطبیق دینے کی کوشش کی ہے کہ

یمکن الجمع بین الروایتین فانہم کانوا یقومون باحدی عشرۃ ثم کانوا یقومون

ابتداً لوگ گیارہ پڑھتے ہوں گے۔ بعد میں انہوں نے بیس علاوہ وتر شروع کر دی

بعشرین ویوترون بثلاث (بیہقی صفحہ ۴۹۶ جلد ۲) ہوں گی۔

لیکن تطبیق تو اس طرح بھی ہو سکتی ہے کہ

فیہ انہ لقائل ان یقول بانھم کانوا یقومون اولا بعشرین رکعۃ ثم کانوا یقومون باحدی عشر رکعۃ (تحفۃ الاحوذی صفحہ ۷۶ جلد ۲)

پہلے لوگ بیس پڑھتے ہوں گے بعدہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے) آٹھ پڑھنی شروع کر دیں۔

امام محمد بن اسحاق کا فیصلہ امام محمد بن اسحاق نے غالباً ان ہی وجوہ کی بنا پر محمد بن یوسف کی روایت (گیارہ مع الوتر والی) کو ترجیح دی ہے اور فرمایا ہے۔

قال ابن اسحاق وما سمعت فی ذلک حدیثا ھو اثبت عندی ولا احری بان یکون کان من حدیث السائب (قیام اللیل صفحہ ۹۱)

کہ میرے نزدیک گیارہ یا تیرہ رکعت والی روایت ہی اس قابل ہے کہ اسے سائب کی روایت کہا جائے۔

قربان جائیں سلف کے علم کی گہرائی کے فرماتے ہیں۔

وذالک ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ من اللیل ثلث عشرۃ رکعۃ (قیام اللیل) وھو موافق لحدیث عائشۃ فی صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم باللیل (فتح الباری صفحہ ۳۱۷ جلد ۲)

اور ترجیح کی کیسی لطیف و بلیغ وجہ بیان فرماتے ہیں فرمایا بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت شدہ عمل کے یہی موافق ہے لہذا اسی کو ترجیح ہے۔

۵۔ یزید بن رومان کا اثر کان الناس یقومون فی زمان عمر فی رمضان بثلاث وعشرین رکعۃ

یعنی لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔

(قیام اللیل صفحہ ۹۱)

یاد رہے کہ یہ اثر منقطع ہے اس لیے کہ

یزید بن رومان لم یدرک عمر بن الخطاب (آثار السنن نیموی صفحہ ۵۲)

یزید بن رومان نے حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا ہی نہیں اور ان کو بتانے والا معلوم نہیں کیا راوی ہے۔

۶۔ یحییٰ بن سعید کا اثر عن یحییٰ ان عمرؓ امر رجلا یصلی بھم عشرین رکعۃ (آثار السنن صفحہ ۵۵)

واضح رہے کہ یحییٰ بن سعید نے بھی حضرت عمرؓ کا زمانہ نہیں پایا۔ لہذا یہ اثر بھی مشتبہ ہو گیا۔

عمر بن عبدالعزیز کا اثر | یہ بزرگ کہتے ہیں کہ ابی بن کعبؓ نے لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت پڑھائیں

عن عبد العزیز قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینۃ عشرین رکعۃ (آثار السنن)

لیکن یہاں بھی وہی مصیبت ہے یعنی یہ کہ عبدالعزیز کا زمانہ ہی حضرت ابی بن کعب سے بعید کا ہے۔

ایک قابل توجہ نکتہ | دیکھئے ان آثار کو ایک دفعہ پھر دیکھئے۔ بسند صحیح کہیں بھی نظر نہیں آئے گا کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے گیارہ مع الوتر کا حکم دیا ہو اس سے یہی ثابت ہوا کہ کم از کم فاروق اعظمؓ کے حکم سے گیارہ رکعتیں ہی ثابت ہیں اور قرین قیاس بھی یہی ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ جب کھلے طور پر موجود تھا۔

قال الباجی لعل عمرؓ اخذ ذلک من صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففی حدیث عائشۃ الحدیث (باجی شرح موطا ج۱ ص۲۰۸ زرقانی ج۱ ص۲۳۸) والعدد الاول موافق لحدیث عائشۃؓ (فتح ج۲ ص۳۱۶)

تو مطلب یہی ہے کہ فاروق اعظمؓ نے اسی کی روشنی میں آٹھ رکعت کا حکم دیا ہو چنانچہ باجیؒ اور حافظ ابن حجرؒ نے اس کی تصریح کی ہے۔

ایک توجیہ | بعض لوگوں نے ان آثار کی توجیہ میں یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ فاروق اعظمؓ کے حکم سے پڑھی تو آٹھ ہی جاتی تھیں لیکن جب قرأت کی طوالت باعث ملالت ہوئی تو قرأت چھوٹی کر کے رکعتیں بڑھا کر بیس کر لی گئیں

اس توجیہ سے معلوم ہوا کہ بیس رکعتوں کی بنیاد "اجتہاد" ہے۔ یہ امر الگ بحث طلب ہے کہ یہ اجتہاد فاروق اعظمؓ کا تھا یا دوسرے لوگوں کا ——— حدیث مرفوع نہیں ہے اور اس پر بحث کی ضرورت نہیں ہے کہ صحابہ کے اجتہاد کو وہ حیثیت حاصل نہیں ہو سکتی جو سنت نبویہ کی ہے اور یہی اہلحدیث کہتے ہیں کہ سنت مؤکدہ آٹھ رکعت ہیں یہ زائد رکعات استحباب کا درجہ رکھتی ہیں۔ اور اس پر قرینہ یہ بھی ہے کہ صحابہ تابعین اور چند دوسرے

چند دیگر آثار | آئمہ نے بیس رکعت سے زائد رکعتیں بھی رمضان میں پڑھی ہیں چنانچہ مندرجہ تحت نقشہ سے معلوم ہوگا۔

ابو حلیمہ قاری وغیرہ	۴۱ رکعات	عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں	۳۰ رکعات
ابان کے زمانے میں	۳۶ "	نافع " " "	۳۹ "
ابو مجلز ———	۱۶ "	زرارہ وغیرہ ———	۲۴ "

یہ ٹھیک ہے کہ زیادہ آثار بیس رکعت ہی کے متعلق ہیں لیکن

الذی کان یقوم الناس بالمدینة هو تسعة وثلثون رکعة — وهذا الامر القدیم الذی لم نزل الناس علیه (مدونہ صـ۱۹۳ جلد۱)

مدونہ امام مالک وغیرہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اہلِ مدینہ قدیم سے ۳۶ رکعت ہی پڑھتے تھے پھر زیادہ سے زیادہ یہی کہا جا سکتا ہے کہ استحبابی درجہ میں بیس کو پہلا درجہ دے دیجئے اور ۳۶ کو دوسرا وعلی ہذہ القیاس لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ۲۰ رکعتوں پر اجماع ہے۔ اور کہ اتنی ہی رکعتیں مسنون ہیں جیسا کہ عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

ائمہ کے مسالک

عام کتابوں میں یہی لکھا ہے کہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد تینوں امام اور ان کے متبعین بیس رکعتوں کے قائل ہیں۔ لیکن ذرا مطالعہ کو وسعت دی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آئمہ اور محققین فقہاء ۲۰ رکعتوں کو استحباب ہی کا درجہ دیتے ہیں سنت موکدہ کا نہیں۔ [illegible] قرائن یہ ہیں۔

(۱) قیام اللیل میں ہے کہ امام احمد سے سوال ہوا۔

کم من الرکعة یصلی فی قیام رمضان؟ فقال قد قیل فیه الوان نحوا من اربعین انما هو تطوع

کہ قیام رمضان میں کتنی رکعتیں پڑھی جائیں تو فرمایا نفلی نماز ہے۔ بہت سے اقوال و اعمال اس سلسلہ میں مروی ہیں۔ ۴۰ پڑھ لی جائیں۔

(۲) امام شافعی فرماتے ہیں کہ

رایت الناس یقومون بمکة بثلاث وعشرین وبمدینة بتسع وثلاثین ولیس فی شئی من ذالک ضیق (فتح الباری صـ۲۱۷)

مکہ میں لوگ بیس پڑھتے ہیں اور مدینہ میں چھتیس اس پر کوئی خاص پابندی نہیں ہے۔

ولاحد ینتهی الیه لانه نافلة (قیام اللیل صـ۹۲)

اور نہ اس کی حد بندی ہو سکتی ہے کیونکہ نفلی نماز ہی تو ہے۔

(۳) امام مالکؒ سے اگرچہ ۲۰، ۲۴، ۳۹، ۴۰ کا قول مروی ہے لیکن انہوں نے ترجیح آٹھ ہی کو دی

وهو اختیار مالک لنفسه واختاره

ہے۔ اس کا مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ آٹھ رکعت،

ابن العربی (عینی ص۲۷۵ جلد ۵)　　　سنت ہیں باقی مستحب

ابوبکر ابن العربی المالکی کا فیصلہ قاضی ابوبکر ابن العربی کہتے ہیں کہ

والصحیح ان یصلی احدی عشرۃ رکعۃ صلوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و قیامہ واما غیر ذالک من الاعداد فلا اصل لہ ولاحد فیہ فاذا لم یکن بد من الحد فالنبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی نوجب ان یقتدی بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم

صحیح گیارہ رکعت ہی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز ——— باقی نفلوں کی کوئی حد بندی نہیں ہے۔ پس ضروری ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کی جائے۔

(عارضۃ الاحوذی ص۱۹ جلد ۴ طبع مصر)

علامہ ابن الہمامؒ وغیرہ حنفیہ کا فیصلہ آٹھ رکعت تراویح والا مسئلہ اپنے اندر اس قدر قوت دلیل رکھتا ہے کہ علامہ ابن الہمام جیسے عالم بھی مجبور ہو گئے کہ اس کا اعتراف فرمائیں حالانکہ علامہ کی تحریروں کو دیکھنے والے جانتے ہیں کہ علامہ کو حنفی مسلک کے دلائل بنانے میں کس قدر دخل ہے اس مسئلہ پر اپنے شرح ہدایہ میں بڑی تفصیل سے گفت گو فرمائی ہے اور آخر میں فرمایا ہے۔

فتحصل من ھذا کلہ ان قیام رمضان سنۃ احدی عشرۃ رکعۃ بالوتر ——— فیکون سنۃ رکوعھا عشرین سنۃ الخلفاء فیکون مستحبا ——— وظاھر کلام المشائخ ان السنۃ عشرون ومقتضی الدلیل ما قلنا

نتیجہ یہ ہے کہ گیارہ رکعت سنت ہیں اور بیس مستحب ہیں اگرچہ فقہاء حنفیہ سب کو سنت ہی قرار دیتے ہیں۔ لیکن دلیل کا تقاضا یہی ہے۔

(فتح القدیر ص۳۳ ج۲ مطبوعہ مصر)

مصنف البحر الرائق ص۶۶ جلد ۲ نے بھی اسی مسلک کو پسند کیا ہے۔

ھذا آخر ما اردنا فی ھذہ المقالۃ الوجیزۃ وصلی اللہ علی النبی وآلہ وسلم

بالکل مفت

رسالہ مسائل حج شائع ہو گیا جو ایک آنہ کا ٹکٹ ڈاک برائے محصول آنے پر بالکل مفت روانہ کیا جائے گا

ناظم مکتبہ اشاعت دینیات مومن پورہ بمبئی ۱۱